شاہان مغلیہ کے کتب خانے کی لندن منتقلی

معین الدین عقیل

''برٹش لائبریری'' لندن میں ''دہلی کلیکشن'' ہندوستانی مخطوطات کا ایک نہایت اہم ذخیرہ ہے۔ جو مغل حکمرانوں کے شاہی کتب خانے کی ان باقیات پر مشتمل ہے جو ۱۸۵۸ء تک جیسے تیسے قلعۂ معلیٰ میں باقی رہ گئی تھیں۔ اور ایک اندازے کے مطابق شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء۔ ۱۶۰۵ء) کے عہد میں جس شاہی کتاب خانے میں ۲۴ ہزار مخطوطات موجود ہوں۔[۱] ان میں سے صرف ۳۰۱۷ مخطوطات محفوظ رہے اور انڈیا آفس لندن میں منتقل ہوئے۔[۲]

مغل حکمرانوں کو چاہے ان کی زندگی اور ان کا عہد حکمرانی کیسی ہی آزمائشوں، لشکر کشیوں اور مشکلات و مصائب ہی میں کیوں نہ گزرا ہو، انہوں نے اپنے ذوق مطالعہ اور کتب دوستی اور کتب داری کا ثبوت بھی دیا ہے۔ جب کہ بعض حکمراں تو تصنیف و تالیف اور حاشیہ نویسی کا شوق بھی رکھتے تھے۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے بانی بابر (۱۵۲۶ء۔۱۵۳۰ء) کو نہ صرف مطالعے اور کتاب داری کا شوق تھا بلکہ وہ تو صاحب دیوان شاعر اور اپنی یاداشتوں اور دیگر کتابوں کا مصنف بھی تھا۔[۳] شاہی کتب خانے کا قیام بھی اسی کے ذوق و جستجو کے نتیجے میں عمل میں آیا۔ روایت ہے کہ وہ ہندوستان آتے ہوئے اپنے اسلاف کے نوادرات اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ کتابوں کے تحائف وہ بڑے شوق سے قبول کرتا اور جب فتوحات میں کتب خانے ہاتھ لگتے تو وہ انہیں بلاتکلف شاہی کتاب خانے میں ضم کر لیتا اور شہزادوں میں بھی تقسیم کرتا۔[۴] چنانچہ جب اس کے فرزند ہمایوں (۱۵۳۰ھ۔۱۵۵۶ھ) نے تخت سنبھالا تو وہ بھی شاہی کتب خانے میں اضافے

اور ترقی کا باعث بنا۔ ریاضی، نجوم اور علم ہیئت سے اسے خاص دلچسپی تھی اس مناسبت سے اس نے ان علوم پر کتابوں کو جمع کرنے کا خصوصی اہتمام کیا۔ اسے ادب سے بھی شغف تھا اور شاعری کا ذوق بھی رکھتا تھا۔ ۵

شاہی کتب خانے کو اکبر کے عہد میں مزید فروغ حاصل ہوا۔ اس نے مختلف ذرائع سے کتابیں حاصل کرنے اور جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اہل قلم جو کتابیں تحریر کرتے ان کا ایک نسخہ کتب خانے میں ضرور بھیجا کرتے۔ فتوحات اور تحفوں کی صورت میں جو کتابیں موصول ہوتیں۔ یا امراء کے ذاتی کتب خانے بھی ان کے انتقال کے بعد شاہی کتاب خانے میں داخل کر لیے جاتے۔ فیضی کے انتقال کے بعد اس کی ۴۶۰۰ کتابیں بھی کتب خانے میں داخل کر لی گئیں۔ ۶ ہر سال حج کے جو قافلے حجاز جاتے ان کے ذمے وہاں سے کتابیں لانے کا کام بھی ہوتا۔ ان کوششوں کے علاوہ دارالترجمہ کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے بھی اس کتب خانے میں مختلف علوم وفنون اور متعدد زبانوں کی کتابیں جمع کی گئیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں کتب خانہ کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے دنیا کا اس وقت کا بے مثال کتب خانہ بن گیا۔ ۷ اس طرح اس میں اس وقت ۲۴ ہزار کتابیں جمع ہوگئیں تھیں۔ جنہیں موضوعات کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا تھا۔ ۸ فیضی (۱۵۴۷ء۔۱۵۹۵ء) عبدالقادر بدایونی (۱۵۴۶ء۔۱۵۹۵ء) بھی اس کتب خانے کے مہتمم رہے۔

اکبر کے بعد جہانگیر (۱۶۰۵ء۔۱۶۲۷ء) شاہجہاں (۱۶۲۷ء۔۱۶۵۸ء) اور اورنگ زیب (۱۶۵۸ء۔۱۷۰۷ء) نے بھی اس کتب خانے کو وسعت دی لیکن مغلیہ حکومت کے دور زوال میں اس روایت میں کوئی مثالی اضافہ نظر نہیں آتا۔ محمد شاہ (۱۷۱۹ء۔۱۷۴۸ء) کے عہد تک یہ کتب خانہ اسی حالت میں رہا لیکن بعد میں بے توجہی اور بدنظمی کا شکار ہوگیا۔ اس کی کتابیں دیگر کتب خانوں کی زینت بننے لگیں۔ متعدد کتب خانوں کے مخطوطات پر شاہی مہروں اور دستخطوں کا ثبت ہونا ایک معروف بات ہے۔

۱۸۵۷ء میں مغلیہ حکومت کے سقوط اور قلعہ معلیٰ اور دہلی کی تباہی میں یہ کتب خانہ بھی شدید طور پر متاثر ہوا۔ باقی ماندہ مخطوطات کو حکومت ہند نے محکمہ مالِ غنیمت کی جانب سے ان کا نیلام کیئے جانے پر ۱۵ ہزار کے لگ بھگ روپوں میں خرید لیا جن میں سے کم اہم مخطوطات کو جن کی تعداد ۱۱۲۰ تھی، ۱۸۶۷ء میں فروخت کر دیا گیا اور باقی ۳۱۷۰ مخطوطات ۱۸۷۶ء میں انڈیا آفس لندن منتقل کر دیئے گئے۔ ۹؎ اس طرح یہ کتب خانے جو کبھی ۲۴ ہزار قیمتی کتابوں پر مشتمل تھا نسبتاً غیر اہم مخطوطات کی صورت میں اور محض ۳۱۷۰ کتابوں کی تعداد میں سمٹ کر لندن پہنچ گیا اور اب وہاں ''برٹش اینڈ انڈیا آفس لائبریری'' میں ''دہلی کلیکشن'' کے نام سے موجود ہے۔

افسوس یہ ''دہلی کلیکشن'' برٹش لائبریری میں محفوظ ہونے کے باوجود بعض دیگر ذخائر کی طرح تاحال فہرست سازی، کیٹلاگ سازی اور درجہ بندی کے مراحل سے گزر نہیں سکا۔ اس لیے دیگر مختلف ذخائر کی طرح عام استفادے کے لئے دستیاب نہیں ہے۔ راقم الحروف نے لندن کے اپنے کئی اسفار میں اور برٹش لائبریری کی متعدد زیارتوں میں اس ذخیرے کے بارے میں جستجو کی۔ لیکن یہ جستجو بے ثمر رہی۔ اتنا علم ہو گیا تھا کہ اس ذخیرے کی ایک فہرست سید علی بلگرامی (۱۸۵۱ء۔ ۱۹۱۱ء) نے اپنے قیام لندن (۱۹۰۲ء) کے دوران رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی ایماء پر مرتب کی تھی لیکن یہ فہرست بھی کوشش کے باوجود مہیا نہ کی جا سکی اور پتہ چلا کہ اس کی محض ایک نقل برٹش لائبریری میں موجود ہے۔ جب کہ اس کی اصل ''رائل ایشیاٹک سوسائٹی'' کے کتب خانے میں سی۔ اے۔ اسٹوری (C.A.Storey) (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۷ء) کے استعمال میں تھی اور واپس نہیں آئی۔ اپنے تجسس کے تحت برٹش لائبریری میں جب بھی اس کی عکسی نقل ہی کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی گئی تو یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ کیوں کہ وہ اپنے مقام پر موجود نہ تھی اور شاید کسی افسر متعلقہ کی تحویل میں رہی اور بارہا گزارشوں کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ مزید بدقسمتی یہ رہی کہ جب ''رائل ایشیاٹک سوسائٹی'' کے کتب خانے میں جا کر اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی گئی تو وہ وہاں بھی نہ ملی۔ بلکہ وہاں کے متعلقہ عملے نے تو اس کے وہاں وجود ہی سے لاعلمی کا اظہار کر دیا اور مزید تلاش یا

معاونت سے معذوری پیش کردی۔ یہ صورت حال اگر چہ مایوس کن اور تکلیف دہ تھی لیکن راقم نے ہمت نہ ہاری اور بالآخر ۲۰۰۰ء میں اپنے قیام لندن کے دوران خاص اس مقصد کے لئے وقت نکالا اور ''رائل ایشیاٹک سوسائٹی'' کے کتب خانے میں وہاں کے منتظم ایم۔ جے۔ پولوک (M. J. Pollock) صاحب کی معیت میں متعلقہ اور ممکنہ تمام الماریوں میں خود اسے تلاش کیا جو بالآخر نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ ایک گوشے میں الماری کی سب سے بالائی رو میں ہاتھوں کی رسائی سے بالاتر یہ فہرست موجود تھی۔ پولوک صاحب نے اسے نکالا تو دیکھ کر خود بھی حیران رہ گئے کہ یہ وہی مطلوبہ تھی جو خود ان کی نظر سے آج تک نہ گزری تھی اور نہ اس کی طرف انہوں نے توجہ دی تھی۔ وہ ایک عرصہ سے اس ادارے میں ایک منتظم اور لائبریرین کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ یہ فہرست وہاں کب سے رکھی ہے۔ میرا خیال تھا کہ اسٹوری نے اپنا بے مثال کیٹلاگ Persian Literature:A Bio-Bibliographical Survey [10] مرتب کرتے ہوئے اسے پیش نظر رکھا تھا اور اگر چہ وہ اپنا یہ کیٹلاگ برٹش لائبریری اور انڈیا آفس لائبریری کے فارسی مخطوطات ہی کو بنیاد بنا کر مکمل کر رہے تھے۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ انہوں نے اپنے مآخذ و مصادر کی فہرست میں کہیں کسی جگہ اس کا اندراج نہیں کیا۔

اس فہرست کے مرتب سید علی بلگرامی [11] بے حد ذہین، لائق اور وسیع النظر عالم تھے اور کئی زبانیں: عربی، فارسی، بنگالی، سنسکرت، گجراتی، تلگو، ہندی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، اطالوی اور لاطینی جانتے تھے۔ مطالعے اور تصنیف و تالیف و ترجمہ کے ساتھ ساتھ کتابیں جمع کرنے کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور اسی ذوق کی تسکین کی خاطر خود ایک وسیع اور نادر کتب خانہ ترتیب دے لیا تھا جس میں دس ہزار کتابیں موجود تھیں۔ [12] علم اور اس کے فروغ سے ہمیشہ شغف رہا۔ آخر عمر میں علی گڑھ کالج کے معاملات میں دلچسپی لیتے رہے۔ حیدرآباد میں سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک سرشتہ علوم و فنون قائم کیا تھا جس کا مقصد اردو زبان میں تصنیف و تالیف اور ترجمے کے ذریعے علمی کتب میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ اس سرشتہ کے تحت دکن کی تاریخ پر متعدد کتابیں

تالیف وترجمہ ہوئیں۔[۱۳]

خودان کی اپنی قلمی کاوشوں میں ان کے زیادہ تر مبسوط کام تراجم پر مبنی ہیں۔ایک مترجم کی حیثیت میں انہیں شہرت فرانسیسی مؤرخ گستاؤلی بان (Gastavlebon) کی کتابوں:

(۱)''تمدن عرب'' اور (۲)''تمدن ہند''[۱۴] کے تراجم سے ملی ان کے علاوہ ایک اور فرانسیسی مؤرخ موسیوسیدیو (Sedeuo) کی تصنیف کا ترجمہ'' تاریخ عرب'' کے عنوان سے شروع کیا تھا، لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ کتاب عربی زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے تو انہوں نے مزید ترجمہ روک دیا اور جس قدر ترجمہ کرلیا تھا اسے''مخزن'' (اگست ۱۹۰۷ء) میں شائع کرادیا۔فرانسیسی زبان سے ان کتابوں کے علاوہ دوسفر ناموں کے ترجمے''سلسلہ آصفیہ'' کی جلد اول اور دوم کے طور پر کیے جو یہ ہیں:

(۳)''دکن میں ۔جے بی ٹیورنر، ایک فرانسیسی تاجر کی سیاحت'' (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۷ء) اور

(۴) دکن میں موسیوتھیونو ایک فرانسیسی کی سیاحت (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۷ء)

انگریزی زبان سے بھی انہوں نے کتابیں ترجمہ کیں جو یہ ہیں:

(۵)''اصول قانون طلب'' (میڈیکل جیورس پروڈنس) مصنفہ جے ڈی گریبلس (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۲ء) اور اسی مصنف کی

(۶)''جنگ ٹرانسوال'' (مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۰ء)

(۷)''نظام اکبری'' مصنفہ جی بی مایسن (مطبوعہ حیدرآباد، سنہ ندارد)

ان تراجم کے علاوہ خودان کی درج ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ہے:

(۸)''غارہائے ایلورا کا گائیڈ''

(۹)''حیدرآباد کے اقتصادی وطبقات ارضی معدنیات''

(۱۰)''فارسی کی تعلیمی قدر و قیمت بمقابلہ سنسکرت پر ایک نوٹ''[۱۵]

(۱۱)''تاریخ انگلستان'' (مطبوعہ آگرہ ۱۸۸۸ء)

(۱۲) ''کلیہ ودمنہ کی تاریخ اور ماخذ اور کتب خانہ اسکندریہ کی تحقیق'' (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۲ء) ۱۶؎

(۱۳) ''تاریخ دکن'' حصہ اول (آغاز سے بیجانگر کی فتح تک) (مطبوعہ آگرہ ۱۸۹۷ء)

(۱۴) ''تاریخ دکن'' حصہ دوم (عادل شاہی اور قطب شاہی مملکتوں کی تاریخ) (مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۰ء)

(۱۵) ''سنسکرت ادب میں یورپین اسکالروں کا حصہ'' قلمی مسودہ مخزونہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا 'دہلی' اوراق ۱۷، سنہ ندارد بحوالہ صلاح الدین خان، تصنیف مذکور ص ۱۴۴۔

(۱۶) ''ویدک لٹریچر'' مقالہ مطبوعہ مخزن ستمبر ۱۹۰۵ء

(۱۷) ''طلسم اعضائے انسانی'' مطبوعہ ''مخزن'' ۱۹۰۷ء قبل ازیں رسالہ ''حسن'' حیدرآباد میں شائع ہوا تھا۔ ۱۷؎

اس علمیت اور لیاقت کے حامل اسکالر کا انتخاب ''دہلی کلیکشن'' کی فہرست سازی کے لئے کوئی معنی رکھتا ہے۔ جب کہ اس وقت تک اور بعد میں بھی برٹش لائبریری یا انڈیا آفس لائبریری کی جتنی بھی فہرستیں مرتب ہوئیں انہیں مستشرقین یا مقامی اسکالر نے مرتب کیا تھا۔ سید علی بلگرامی ۱۹۰۱ء میں انگلستان منتقل ہوئے تھے کہ ۱۹۰۲ء میں انہیں ''دہلی کلیکشن'' کی جمع و ترتیب اور فہرست سازی کے لئے مقرر کر لیا گیا۔ ایک معاصر شہادت کے مطابق وہ مترجم کاغذات عربی و فارسی کے طور پر تین سو پونڈ سالانہ پر ملازم ہوئے تھے۔ سید مظہر علی سندیلوی ''ایک نادر روزنامچہ'' مشمولہ ''خدا بخش جرنل، شمارہ ۵۶، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۲

ایک خاندانی روایت کے مطابق اس ذخیرے میں موجود کتابوں کو از سر نو ترتیب دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یوں کہ یہ کتابیں مشرق کی مختلف زبانوں میں تھیں اور وہ زبان دانی کے لحاظ سے یکتا تھے اس لئے انہیں اس کام پر مامور کر دیا گیا۔ ۱۸؎

''دہلی کلیکشن'' کے کیٹلاگ میں کوئی تحریر یا عبارت ایسی نہیں جس سے پتہ چل سکے کہ بلگرامی نے اس ذخیرے کی ترتیب اور اس کے کیٹلاگ کے لئے کیا اہتمام کیا اور انہیں کن مسائل و

مشکلات کا سامنا رہا؟ اس ذخیرے کی ترتیب میں ان کی کیا کوششیں شامل رہیں اور اس کام کا آغاز کب اور کن ہدایات کے تحت کیا اور کب تک اس کام میں مصروف رہے؟ آیا انہیں صرف فارسی مخطوطات کی فہرست سازی کے لئے ہی مقرر کیا گیا تھا یا عربی، اردو وغیرہ کے مخطوطات کی ذمہ داری خود انہوں نے قبول نہ کی؟

یہ کیٹلاگ صرف فارسی زبان کے مخطوطات کا احاطہ کرتا ہے جن کی تعداد ۱۵۵۰ ہے۔ فارسی کے علاوہ اس ذخیرے میں عربی (۱۹۵۰)، اردو (۱۰۱)، پنجابی (۳۰)، پشتو (تعداد کا علم نہیں) کے مخطوطات شامل ہیں۔ ۱۹ کیٹلاگ میں کوئی تفصیل یا وضاحت موجود نہیں، نہ ہی کوئی تمہید یا پیش لفظ شامل ہے۔ یہاں تک کہ سرورق بھی موجود نہیں۔ مرتب کا نام تک مکمل نہیں لکھا، صرف بلگرامی لکھا گیا ہے۔ یہ انگریزی زبان میں ہے اور ٹائپ شدہ ہے۔ کاغذ کا سائز A4 ہے اور یہ تین حصوں پر مشتمل ہے لیکن ایک ہی جلد میں مجلد ہے۔ کل اوراق ۶۹۰ ہیں، جن پر صرف ایک جانب متن ٹائپ ہوا ہے اور دوسرا صفحہ سادہ ہے، جلد پر صرف پشتے کی جانب اوپر Catalogue of the Persian Delhi Manuscripts لکھا ہے اور درمیان میں Bilgirami تحریر ہے اور نیچے C.A. Storey بلاک سے چھاپے گئے ہیں۔ اس پر C.A. Storey لکھا ہونا اور اس کا Storey کے ذخیرے میں موجود رہنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کے استعمال میں رہا ہے۔ لیکن اس کے مرتبہ مذکورہ بالا ضخیم کیٹلاگ میں اور اس کی فہرست مآخذ میں کسی جگہ اس کا کوئی حوالہ شامل نہیں جو تعجب خیز ہے۔

راقم الحروف کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اس کیٹلاگ میں شامل اہم مخطوطات کا تعین کر کے ان کی تفصیلات یا مندرجات پر نظر ڈالی جاتی، یہاں ذیل میں صرف موضوعات کی ایک فہرست درج کر دی جاتی ہے جس سے اس ذخیرے کا ایک سرسری اندازہ لگانا ممکن ہو جائے گا۔ اس وقت برٹش لائبریری میں یہ بات سننے میں آئی تھی کہ اس کیٹلاگ کو نظر ثانی کے بعد شائع کرنے کا منصوبہ برٹش لائبریری کے شعبۂ علوم شرقیہ کے ارباب بست و کشاد کے پیش نظر ہے۔

لیکن اب تک ظاہر نہیں ہوسکا کہ یہ کام کس مرحلہ میں ہے؟ راقم الحروف نے اس کیٹلاگ کو دیکھتے ہوئے جو یادداشتیں درج کرلی تھیں۔ان معلومات سے قطع نظر جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔انہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

فہرست مشمولات میں ترتیب نمبر کے دوران متعدد نمبر شمار چھوڑ دیئے گئے ہیں۔گویا ان مخطوطات کو فہرست میں شامل کرنے کے لئے ملحوظ نہیں رکھا گیا۔شاید ایسے مخطوطات فارسی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوں گے۔نمبروں کی ترتیب میں پہلا نمبر ذخیرۂ دہلی کا قدیم نمبر ہے۔جب کہ ان کے مقابل قوسین میں بلگرامی کا دیا ہوا نمبر ہے۔کیٹلاگ ۳حصوں پر مشتمل ہے۔حصۂ اول میں ۱تا ۸۷۰ مخطوطات، حصہ دوم میں ۸۷۱تا ۱۶۶۷اور حصہ سوم میں ۱۶۶۸تا ۲۶۰۵ مخطوطات کی فہرست ترتیب دی گئی ہے۔

ذخیرۂ دہلی کی فہرست میں ترتیب نمبروں میں ۱تا ۲۶۰۵ کوئی نمبر شمار حذف نہیں ہوا ہے جب کہ بلگرامی کی ترتیب نمبر شمار میں کہیں کہیں نمبر محذوف ہیں اور ۱تا ۱۵۵۰ نمبروں کے درمیان ۳۸ نمبر موجود نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ بلگرامی نے ۱۵۵۰ مخطوطات میں سے ۱۵۱۲ مخطوطات کا کیٹلاگ بنایا ہے۔کچھ پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے یہ مخطوطات کیوں چھوڑ دیئے؟ انہوں نے بہ لحاظ موضوعات جو کیٹلاگ ترتیب دیا ہے اس کی فہرست یہ ہے۔

حصہ اول

موضوعات ۲۰	مخطوطہ نمبر
تفاسیر اور اصول تفسیر	۱۔۶۵(۱۔۳۴)
احادیث	۶۶۔۱۰۶(۳۵۔۷۲)
اوراد و وظائف	۱۰۷۔۱۵۹(۷۳۔۱۲۲)
اصول فقہ	۱۶۰۔۱۶۲(۱۲۳۔۱۲۵)
فقہی کتب	۱۶۳۔۳۲۱(۱۲۶۔۲۲۰)

قانون وراثت	۳۲۲_۳۲۳ (۲۲۱_۲۲۲)
عقائد اور مسلک	۳۲۴_۳۶۲ (۲۲۶_۲۵۳)
علم الکلام	۳۶۳_۴۵۱ (۲۵۷_۳۲۶)
قواعد زبان	۴۵۲_۵۰۲ (۳۲۷_۴۱۷)
خطابت	۵۰۳_۵۳۷ (۴۲۰_۴۲۹)
انشاء خطوط نویسی	۵۳۸_۶۹۰ (۴۳۱_۵۰۷)
لغت ولغت نویسی	۶۹۱_۷۹۱ (۵۰۸_۵۶۷)
تاریخ وسوانح	۷۹۲_۸۷۰ (۵۶۹_۶۳۰)
حصہ دوم	
تاریخ سوانح	۸۷۱_۱۱۲۱ (۶۳۱_۷۸۳)
علم قیافہ	۱۱۲۲_۱۱۲۵ (۷۸۵_۷۸۸)
منطق وجدلیات	۱۱۲۶_۱۱۵۴ (۷۸۹_۷۹۷)
فطری تاریخ	۱۱۵۵_۱۱۷۱ (۷۹۸_۸۰۶)
طب	۱۱۷۲_۱۲۶۶ (۸۰۷_۸۷۲)
مواعظ خطبات	۱۲۶۷_۱۳۰۵ (۸۷۳_۸۹۹)
اخلاقیات	۱۳۰۶_۱۳۸۳ (۹۰۲_۹۵۳)
تصوف	۱۳۸۴_۱۶۶۷ (۹۵۴_۱۱۴۲)
حصہ سوم	
تصوف	۱۶۶۸_۲۰۵۱ (۱۱۴۳_۱۱۹۸)
خواب نامے	۲۰۵۲_۲۰۶۰ (۱۲۰۰_۱۲۰۲)
احکام وفرامین	۲۰۶۱_۲۰۷۷ (۱۲۰۳_۱۲۰۹)

معمیات	۲۰۷۸_۲۰۹۵(۱۲۱۰_۱۲۱۳)
علم عروض	۲۰۹۶_۲۱۰۱(۱۲۱۴_۱۲۲۰)
دواوین	۲۱۰۲_۲۴۲۷(۱۲۲۱_۱۴۲۰)
ریاضی اور علم نجوم	۲۴۲۸_۲۵۳۴(۱۴۲۴_۱۴۷۵)
جادو اور علم رمل	۲۵۳۵_۲۵۵۵(۱۴۹۱_۱۴۹۹)
موسیقی	۲۵۵۶_۲۵۶۳(۱۵۰۰_۱۵۰۲)
متفرق	۲۵۶۴_۲۶۰۵(۱۵۰۳_۱۵۵۰)

اگر چہ یہ کیٹلاگ ''ذخیرۂ دہلی'' کے مخطوطات پر مشتمل ہے لیکن اس کی ترتیب کا کام ''رائل ایشیاٹک'' سوسائٹی نے تیار کیا تھا اور اسی لے اس کا اصلی نسخہ سوسائٹی کے کتب خانے میں محفوظ رہا۔ یقیناً یہ سی اے اسٹوری کے پیش نظر بھی رہا لیکن اس سے استفادے کا حوالہ اس کے مرتبہ کیٹلاگ کی فہارس مآخذ میں شامل نہیں۔ یہ بھی یقینی ہے کہ اسے دیگر مستشرقین یا اسکالرز نے بھی ملاحظہ کیا ہو جیسے محمود شیرانی نے جو کچھ عرصہ لندن میں رہے۔ خیال ہے کہ اس ذخیرے میں شامل مخطوطات برٹش لائبریری کے مقررہ دستور اور نظام کے تحت اسکالرز اور کتب خانوں کو عاریتاً بھیجے بھی جاتے رہے اس لیے ان سے مزید افراد نے استفادہ کیا ہوگا۔ اس میں نہایت قدیم اور نادر مخطوطات کا اندراج جیسے غالب کا ایک فارسی دیوان بھی اس میں موجود تھا۔ لیکن اس جیسے مخطوطات تلاش کے باوجود بھی اس ذخیرے میں دستیاب نہ ہوئے۔[۲] اب جب تک کہ برٹش لائبریری اس کیٹلاگ کو جسے ترتیب دینے اور نظر ثانی کے لئے وہاں کی ایک کیٹلاگ ساز ارسلا سمس ولیمس معروف ہیں، شائع نہ کر دیئے۔ اس کے بارے میں اور اس ذخیرے کے بارے میں درست معلومات حاصل نہ ہو سکیں گی۔

حواشی

۱۔ وی۔ اے اسمتھ (V.A. Smith) "Akbar the Great, Mughal, 1542-1605"

(دہلی، ۱۹۵۸ء) ص ۳۰۸، لائے دی جونے (Laet De Joannes) "The Empire of the Great Moghal" انگریزی ترجمہ جے۔ایس۔ہولی لینڈ (J. S. Holyland) (بمبئی، ۱۹۲۸ء) ص ۱۰۸۔۱۰۹۔

۲۔قاضی محمود الحق اور سلیم قریشی ''برٹش لائبریری کے اردو ذخیرے'' (لندن، ۱۹۸۶ء) ص ۱۷، ایس۔سی۔سٹن (S.C. Sutton) "A Guide to the India office Library" (لندن، ۱۹۶۷ء) ص ۳۲

۳۔ان کا ایک مستند جائزہ! عبدالحئی حبیبی ''ظہیر الدین محمد بابر شاہ'' (کابل، ۱۳۵۱ س) ص ۵۷۔۷۴؛ اے ایجی مانو (EIJI Mano) "The Collected works of Babur Preserved at the Sultanti Library in Tehran" مشمولہ: Memoirs of the research department of the Toyo Bunko, 75." (ٹوکیو، ۱۹۹۹ء)

۴۔ "The Babur Nama" ترجمہ، ترتیب اور تعلیق: ڈبلیو۔ایم۔تھیکسٹن (W.M. Thackston) (آکسفورڈ، ۱۹۹۶ء) ص ۳۱۹۔

۵۔معاصر تذکروں سے اس کا شاعر ہونا ثابت تھا۔لیکن اس کے دیوان کی دستیابی سے یہ امر متحقق ہوگیا۔تفصیلات کے لئے: حافظ شمس الدین احمد ''دیوان ہمایوں بادشاہ'' ''مشمولہ'' ''معیار'' (پٹنہ، جولائی، اگست ۱۹۳۶ء) ص ۳۱۳۔۳۱۵، اسے ڈاکٹر ہادی حسن نے مع انگریزی ترجمہ ''دیوان ہمایوں بادشاہ'' کے نام سے مرتب اور شائع کیا، حیدرآباد دکن، ۱۹۵۸ء

۶۔عبدالقادر بدایونی ''منتخب التواریخ'' انگریزی ترجمہ: ڈبلیو۔ہیگ (W. Haig) (کلکتہ ۱۹۲۵ء) جلد سوم، ص ۴۲۱

۷۔اسمتھ، تصنیف مذکور، ص ۳۰۷۔۳۰۸

۸۔ابوالفضل نے اس کتب خانے کی قدرے تفصیل بیان کی ہے: ''آئین اکبری'' بہ تصحیح سید احمد خان (حالیہ عکسی اشاعت، علیگڑھ ۲۰۰۵ء) ص ۸۲۔۸۴

۹۔قاضی محمود الحق اور سلیم قریشی، تصنیف مذکور، ص ۱۶۔۱۷

۱۰۔مطبوعہ لندن، ۵ جلدیں و متعدد حصص، ۱۹۵۳ء تا ۱۹۹۷ء

۱۱۔بلگرام کے ایک معزز خاندان سے تعلق تھا۔جد امجد سید کرم حسین شاہ اودھ کی جانب سے کلکتہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل کے دربار میں سفیر مقرر تھے۔۱۸۴۰ء میں فوت ہوئے۔(غالب سے دوستی تھی اور غالب کے مشہور قطعہ ''چکنی ڈلی'' کی تخلیق کے محرک یہی کرم حسین تھے۔حامد حسن قادری ''داستان تاریخ اردو'' (کراچی،

۱۹۸۸ء)ص ۶۹۷،عبدالرؤف عروج ''بزم غالب'' کراچی ۱۹۶۹ءص ۳۲۳۔۳۲۴ونیز تفصیلات کے لئے مالک رام، مقدمہ ''گل رعنا'' غالب (دہلی ۱۹۷۰ء) ص ۱۵۔ ۱۸ان کے دو فرزند سید زین الدین حسین اور سید اعظم الدین حسین نے مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں تعلیم پائی۔اور دونوں نے انگریزی ملازمتیں اختیار کر کے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔سید علی بلگرامی اول الذکر کے فرزند ہیں۔۱۰نومبر ۱۸۵۱ءکو پیدا ہوئے اور عربی فارسی کی تعلیم گھر پر مکمل کر کے سرکاری اسکول میں داخلہ لیا اور پھر لکھنو کے کینگ کالج میں دو سال تعلیم حاصل کی اور ۱۸۷۴ء میں پٹنہ کالج بانکی پور میں داخل ہو کر کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔سنسکرت ان کا اختیاری مضمون تھا۔پھر وہ انجنیر نگ کی تعلیم کے لئے رڑکی کالج میں داخل ہوئے،لیکن ۱۸۷۶ء میں سر سالار جنگ اول (۱۸۲۹ء۔۱۸۸۳ء) کی ملازمت اختیار کی اور ان کے ساتھ انگلستان گئے اور وہاں ''رائل اسکول آف مائنس'' میں ارضیات میں ایسوسی ایٹ کا امتحان کامیاب کیا۔اور ساتھ ہی لندن یونیورسٹی سے داخلے کا امتحان کامیاب کیا اور اختیاری مضامین کے طور پر جرمنی اور فرانسیسی زبانوں کو منتخب کیا۔واپسی پر یورپ کے ملکوں کا سفر کرتے ہوئے اطالوی اور لاطینی زبانیں سیکھنے کے لئے چند ماہ اٹلی میں قیام کیا۔۱۸۷۹ء میں واپس ہندوستان آئے اور حیدرآباد میں مملکت آصفیہ کی ملازمت سے منسلک ہوئے اور دس سال تک تعلیمات، ریلوے اور مائنس کے محکموں میں خدمات انجام دیں،اس عرصے میں ۱۸۸۹ء میں ایک تحقیقی عربی مجلّے ''الحقائق'' کی ادارت کے فرائض انجام دیے،جس میں خود بھی لکھتے رہے۔یہ مجلّہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہا۔۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۲ء تک مدراس یونیورسٹی سے سنسکرت کے ممتحن کی حیثیت سے منسلک رہے۔۱۸۹۱ء میں عربی میں اعلیٰ لیاقت کی وجہ سے انہیں ''شمس العلماء'' کا خطاب عطا ہوا۔۱۹۰۱ء میں انہوں نے مملکت آصفیہ کی ملازمت سے سبکدوشی حاصل کی اور انگلستان چلے گئے جہاں ۱۹۰۲ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں مراٹھی زبان کے استاد کی حیثیت سے ان کا تقرر ہو گیا اسی سال انڈیا آفس لندن نے انہیں ''دہلی کلیکشن'' کے فارسی مخطوطات کی ترتیب اور فہرست سازی کے لیئے مقرر کیا۔لندن میں قیام کے دوران وہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے کوشاں رہے اور محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ ایسوسی ایشن لندن کی سرگرمیوں میں شریک رہے (ایس کے بھٹناگر، History of the M.A.O College Aligarh (بمبئی ۱۹۶۹ء، ص ۱۵۹۔۲۰۱) عمر کے آخری سال انہوں نے ہردوئی میں گزارے۔۳مئی ۱۹۱۱ءکو بلگرام میں انتقال ہوا۔

حالات زندگی اور علمی خدمات کے لئے مذکورہ بالا کے علاوہ: مولوی عبدالحق ''چند ہم عصر'' (کراچی ۱۹۵۹ء) ص ۶۷۔۱۰۷،سید غلام پنجتن شمشاد ''حیدرآباد کے بڑے لوگ'' (حیدرآباد، ۱۹۵۷ء) ص ۸۷۔۱۰۵، بک لینڈ،سی۔ای (C.E. Buckland) "Dictionary of Indian Biography" (لندن، ۱۹۰۶ء) ص ۴۱، نریش کمار جین Muslims in India, A Biographical Dictionary جلد

اول (دہلی ۱۹۷۹ء) ص ۱۳۳-۱۳۴، این۔ کے سنگھ، "Encyclopedia of Muslim Biography"
جلد ۲، (دہلی ۲۰۰۱ء) ص ۱۵۰-۱۵۱

کتب خانے کے لئے: محمد سلیمان علوی "تحفۃ الطلاب" (آگرہ-۱۹۰۰ء) ص ۷۸-۷۹، شیخ علاء الدین اور آر کے راوٹ "Libraries and Librarianship During Muslim Rule in India" (دہلی، ۱۹۹۶ء) ص ۲۱۴-۲۱۵

۱۲۔ "فہرست کتب عربی، فارسی و اردو وتر کی وغیرہ، موجودہ کتب خانہ سید علی بلگرامی۔۔۔" (حیدر آباد، ۱۹۰۱ء)

۱۳۔ مولوی عبد الحق، تصنیف مذکور، ص ۷۸

۱۴۔ مطبوعہ آگرہ علی الترتیب ۱۸۹۸ء اور ۱۹۱۳ء

۱۵۔ ان تینوں تصانیف کا حوالہ مولوی عبد الحق (تصنیف مذکور ص ۷۶) اور حامد حسن قادری، تصنیف مذکور ص ۷۰) میں ملتا ہے۔

۱۶۔ اول الذکر ان کا وہ خطبہ تھا جو انہوں نے "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" کے اجلاس منعقدہ علی گڑھ ۱۸۹۱ء میں پیش کیا تھا، جس کی توصیف سید احمد خان اور جسٹس سید محمود نے کی تھی، جو شریک جلسہ تھے، (پنجاہ سالہ تاریخ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مرتبہ دفتر کانفرنس، مطبوعہ بدایوں ۱۹۳۷ء، ص ۴۳) کلیلہ و دمنہ اور اس کے اردو تراجموں پر ڈاکٹر گیان چند نے اپنی تصنیف "اردو کی نثری داستانیں" (لکھنو ۱۹۸۷ء، ص ۴۴۴-۴۸۲) میں خوب داد تحقیق دی ہے اور اس کی تاریخ و تراجم پر متعدد ماخذ سے استفادہ کیا ہے، لیکن یہ فاضلانہ مقالہ ان کے پیش نظر نہ رہا۔

آخر الذکر غالباً ان کا وہی مقالہ ہے جو جرمن اسکالر خان لولو دولف کریل (Von Ludolf Krail) کے مقالے (۱۸۷۸ء) کا اردو ترجمہ ہے۔ اور نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں محفوظ ہے۔

صلاح الدین خان "Urdu Manuscripts, A Discriptive Bibliography of Urdu Manuscripts in Delhi Libraries" (دہلی، ۱۹۷۷ء) ص ۴۶

۱۷۔ بحوالہ حامد حسن قادری، تصنیف مذکور، ص ۷۱۵

۱۸۔ سعادت علی خان، "خواب و خیال" (یاداشتیں) مشمولہ "آج کل" (دہلی، جون ۱۹۶۱ء) ص ۲۰

۱۹۔ ایس۔ سی سٹن (S.C. Sutton) "A Guide to the India Office Library with a note on the India Office Records. (لندن، ۱۹۶۷ء) ص ۳۴-۳۵-۴۵، ۸۷

۲۰۔ موضوعات انگریزی میں تحریر ہیں، جنہیں یہاں اردو میں تحریر کیا گیا ہے۔

۲۱۔ محمد سلیم قریشی، برقی مکتوب بنام راقم الحروف، مورخہ ۲۵، اپریل ۲۰۰۶ء